

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا عبد اللہ انور

بہارِ نبویہ
پاکستان
خدا مالدین

بانی
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

30
22



دسمبر ۱۹۷۷ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

دو روپے

حربِ رسولؐ

اتباع و اطاعت کا نام ہے

جناب سرور کائنات فخر موجودات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے حوالہ سے ربیع الاول میں سیرت رسولؐ پر محافل کا انعقاد ہماری روایت کا ایک حصہ بن چکا ہے اور ملت اسلامیہ کے مختلف طبقات و مکاتب فکر اپنے اپنے ذوق اور طریق کار کے مطابق اس ماہ میں جلسوں، جلوسوں اور دیگر تقریبات کا اہتمام کرتے ہیں۔

یہ روایت اگرچہ دین کا حصہ نہیں ہے اور قرونِ اولیٰ میں اس کے آثار و شواہد نہیں ملتے لیکن رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہر مسلمان کی قلبی محبت و عقیدت کے باعث جلسوں، جلوسوں اور تقریبات کی اس روایت و رسم نے ہم گیری کی کچھ ایسی صورت اختیار کر لی ہے کہ کم و بیش تمام طبقات کسی نہ کسی انداز میں اس میں شریک ہوتے ہیں۔

جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور تذکرہ کا تعلق ہے شریعت مطہرہ کا اصل تقاضہ اس سلسلہ میں ہر مسلمان سے یہ ہے کہ وہ زندگی کے ہر کام اور ہر مرحلہ میں اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ کو یاد کرے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر گوشے کو یادِ رسولؐ کی روشنی سے منور کرے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدمتِ مہربان

جلد ۳۰ شماره ۲۲

رئیس الادارہ

حضرت مولانا عبد اللہ انور مدظلہ

مجلس ادارت

مولانا محمد اجمل قادری

عبدالرشید انصاری

ظہیر میر سید وکیٹ

انتظار حسین اسعد قادری

نصابہ : ۲/- روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک

سالانہ ۵۲- ٹکے - ۸۰/- روپے

ششماہی ۲۶- ٹکے - ۴۵/- روپے

۶ دسمبر ۱۹۸۳ء

دوزخ سے نکلے گا۔ کہ جہنم کے غلاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا۔ اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے، سب جگہیں پر ہو چکی ہیں۔ لوٹ کر بارگاہِ الہی میں اس کی اطلاع کریگا وہاں سے ارشاد ہوگا، کیا دنیوی منازل کی حالت ابھی یاد ہے (کہ جب جگہ پر ہو جائے تو آنے والوں کی گنجائش نہ ہو اور پہلے جانے والے جتنی جگہ پر چاہیں قبضہ کر لیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ نہ رہے۔

ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ با اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ ایسی بٹاشت اور خذہ پیشانی سے ملتے ہیں جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا

یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا (ف) یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکراہی ہوتا تھا۔ ہنسنے کی فہمت بہت کم آتی تھی۔ جویر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

منتظر ہے یہ جہاں آئیں پیغمبر کا آج ورنہ سب بیکار ہے جمہور ہو یا تخت و تاج

احادیثُ الرسول ﷺ

انتظار حسین اسعد قادری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہنسنے کا بیان

حضرت عبد اللہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔ دوسری حدیث میں فرمایا آپ کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ عبد اللہ ابن حارثؓ ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا (ف) یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکراہی ہوتا تھا۔ ہنسنے کی فہمت بہت کم آتی تھی۔ جویر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا اور مجھے دیکھتے تھے تو ہنستے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
مرا سوا حسنہ قرار دیا تو
اس کا مطلب اس کے سوا
کچھ نہیں کہ مسلمان زندگی کے ہر
معاملہ اور مرحلہ میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر کے ان
کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش
کرے۔

شریعت مقدسہ نے رسالت
صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور
ذکر کو مسلمان کی زندگی کے ہر
گوشے پر محیط اور وسیع قرار
دیا ہے لیکن آج یادِ رسول کو
ایام و اوقات کے ساتھ محدود
کر دینے کے تصور نے مسلمانوں
کے ذہنوں میں جگہ پالی ہے۔
جس کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان
زیب اللہ کے مہینہ میں جلسوں
جلسوں اور تقریبات کا اہتمام کرکے
اور عشق و محبت کے نعرے لگا کر
مطمئن ہو جاتا ہے کہ اس نے
یادِ رسول کا فرض ادا کر لیا
ہے۔ حالانکہ یہ تصور روحِ شریعت
کے خلاف اور سیرت و ذکرِ رسول
کی ہمہ گیری کے منافی ہے۔
مسلمانوں کے اذہان و قلوب
میں اس تصور کے در آنے کی وجہ
میں دوسری اقوام کی نقالی کے
ساتھ ساتھ ایک بڑی وجہ یہ بھی

ہے کہ آج سیرت طیبہ علی صاحبہا
التحیۃ والسلام ہماری اجتماعی و
انفرادی زندگی میں موجود نہیں ہے
انفرادی، خاندانی، قبائلی، شہری،
قومی غرضیکہ زندگی کے کسی بھی
گوشہ میں یادِ رسول کا تسلسل باقی
نہیں ہے۔ اور سیاسی، معاشی، قانونی
انتظامی، معاشرتی اور اخلاقی زندگی

میں ذکرِ رسول کا فریضہ ہم سے
چھوٹ چکا ہے اور جب ہماری
عملی زندگی کے کسی گوشہ میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور
ان کی حیات مقدسہ کے ذکر کا
کوئی سلسلہ باقی نہ رہا اور دوسری
طوت عقیدت و محبت کی جولانی
بدستور قائم رہی تو مسلمانوں کے مختلف
طبقات نے جذبہ عقیدت و محبت
کی تسکین کے لئے مختلف عنوانات
اور بہانوں کا سہارا لے کر جلسوں
جلسوں اور تقریبات کا راستہ
اختیار کر لیا اور پھر عشق و محبت
کا یہ عجوبہ دنیا نے مسلمانوں کے
ہاں دیکھ لیا کہ عمل و کردار میں
سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی مکمل خلاف ورزی کے ساتھ
ساتھ عشق و محبت کے زبانی دعوے
فلک شگاف نعروں اور رنگا رنگ
تقریبات کے ذریعہ یادِ رسول کے
فریضہ سے عہدہ برآ ہونے کی صورت
پیدا کر لی گئی۔
یہ صورت حال یقیناً ترقی و
کمال کی نہیں بلکہ زوال و انحطاط کی
علامت ہے اور نمود و غائب کی
ان رموز میں روز افزوں اضافہ
زوال و انحطاط کے ان نقوش کو
مزید گہرا کرتا چلا جا رہا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی یاد اور آپ کی حیات
مقدسہ کا ذکر بلاشبہ عبادت ہے
لیکن اس عبادت کی ادائیگی اسی طریقہ
کے مطابق درست ہوگی جو اللہ تعالیٰ
نے خود مقرر فرمایا ہے اور جسے جناب
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی
محبت کا معیار اور کسوٹی قرار دیا
ہے اور وہ ہے "اطاعت و اتباع"
اور "اسوۃ حسنہ" کے سانچے میں اپنی
انفرادی و اجتماعی زندگی کو ڈھالنے
کا طریقہ جیسے خود رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ
مبارکہ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے کہ
مَنْ اطَاعَنِي فَقَدْ اطَاعَنِي
وَمَنْ احْبَبَنِي كَانَ صَاحِبِي
الْجَنَّةِ جس نے میری اطاعت
کی اس نے مجھ سے محبت کی،
اور جس نے مجھ سے محبت کی
وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔
اس لئے آج رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی یاد اور ذکر کا

اللہ تعالیٰ کا قرب

ہی

حقیقی کامیابی ہے



جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد الشکور دامت برکاتہم

چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ
سے اور وہ اس سے نکلنے
والے نہیں اور ان کے لئے
عذاب دائمی ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام

وسیلہ کی تفسیر ابن عباس،
جو اہل ابواب، حسن وغیرہم اکابر
سلف نے قربت سے کی ہے۔ تو
وسیلہ ڈھونڈنے کے معنی یہ ہوں گے
کہ اُس کا قرب و وصول تلاش کرو
مقادہ نے کہا۔ آفَا تَقْبَلُوا إِلَيْهِ
بطاعته والعمل بما يرضيه، خدا
کی نزدیکی حاصل کرو اس کی فرمانبرداری
اور پسندیدہ عمل کے ذریعے سے،
اور وہ جو حدیث میں

کہ اس کے بغیر اللہ کے عذاب
سے بچنے اور نجات پانے کا کوئی
ذریعہ نہیں۔ چنانچہ فرمایا:۔

ترجمہ شیخ الہند

آئے ایمان والو! ڈرتے رہو
اللہ سے اور ڈھونڈو اُس
تک وسیلہ اور جہاد کرو اُس
کی راہ میں تاکہ تمہارا بھلا ہو۔
جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے
پاس جو کچھ زمین میں ہے
سارا اور اس کے ساتھ اُنڈ
ہی اور ہو تاکہ بدلہ میں دیں
اپنے قیامت کے عذاب سے
تو ان سے قبول نہ ہوگا اور ان
کے واسطے عذاب دردناک ہے

الحمد لله وكفى وسلاخ
على عباده الذين اصطفى: اما
بعد: فاعوذ بالله من الشيطان
الرجيم: بسم الله الرحمن
الرحيم:-

يا ايها الذين امنوا
اتقوا الله وابتغوا اليه الوسيلة
..... تا..... ولهم عذاب
مقيم۔ صدق اللہ اعظم

محترم حضرات! سورہ مائدہ
کے چھ رکوع کی ابتدائی تین آیات
تلاوت کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ
نے اہل ایمان کو اپنا قرب حاصل
کرنے اور اس کے لئے محنت و
مجاہدہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور
ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمایا ہے

حکومت الہیہ یعنی خلافت



ترتیب: انتظار میں اسد فادی

قسط: ۲

شرائط امامت

تو آئیے! اب ذرا صلاحیت امارت کے لیے ان شرائط و صفات کا جائزہ لیں جو ایک امیر میں ہونا لازم ہیں تاکہ ان کی روشنی میں اُمت اپنے لیے ایسے امام اور امیر کا انتخاب کر سکے جو مسلمانوں کا خیر خواہ اور اسلام کا ہمدرد ہو۔

۱۔ مسلمان ہو۔ یہ بات مذہبی منصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ انسانیت کی خیر خواہی کی بنیاد پر ہے کیونکہ حکومت اسلامی کا مقصد مخلوق کو خدا کے واحد لا شریک کی اطاعت پر جمع کرنا ہے۔

۲۔ وسیع العلم و التجربة ہو۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے زیادہ شریعت کے علوم کے واقف حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔ اسی لئے آپؓ کو ”اعلم الامت“ کا لقب بھی دیا گیا یعنی سیاسی تدبیر، سیاسی اجتہاد کے معاملہ

میں قابل اعتماد سہارے کی بنیاد بنائے اس کے لیے سیاستدہ العامہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

لا تصلحون للسياوة قبل معرفة

الفقه و السياسة العامة۔

۳۔ اخلاق و کردار مثالی ہو۔ نیک طینت، پاک دامن، پاک فطرت ہو، بلند ہمت، عالی کردار اور ملکی و خارجی امن کو بحال رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

السیاسة العامة کی عبارت ملاحظہ کیجیے

لا يصلح لخلافة الله تعالى الامن

كان طاهر النفس ومن لم يكن طاهر النفس لم يكن طاهر القول والفعل۔

۴۔ آزاد مرد و بالغ ہونے کے ساتھ

ساتھ ایشاں پسند ہو کہ اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے اپنی دولت اور مال کو قدموں میں لاکر ڈال دے اور ذاتی اغراض و جماعتی مفاد کے لیے ہلکی مفاد کو قربان نہ کرے۔

۵۔ امور حرب کا ماہر ہو، شجاع و بہادر ہو تاکہ مسلمان اس کی قیادت میں

فریضہ جہاد ادا کر سکیں۔ اور اُمت کے مفاد کے لیے جہاد کے امور کی نگرانی کر سکتا ہو۔

۶۔ عادل ہو جس کی نظر میں اپنے اور پرلئے سب برابر ہوں اور خود احکام الہی پر عامل ہو کر اپنے ماتحت عامل کو اس امر پر مجبور کر سکے۔

۷۔ بیت المال کے معاملہ میں امین ہو اور شوریٰ کے ذریعے اہل صل و عقد کی رائے حاصل کرے۔

ان باتوں کو امام مسعود الکاشانی حقی کتاب آداب القاضی میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

امام، ساری برادری میں اپنی نظر آپ، خدا ترسی کے قانون کا پابند، خدائی آئین کا پیرو کار، علم و عمل میں یکتا، نیکی میں یگانہ، عظمت میں دلوں کا سردار، سب میں بڑا اور سب کا بڑا، حکومت کی قابلیت میں یکتا، جمہور کی نظر میں دانائے روزگار اور ساری

سوسائٹی میں ملے پسند ہو۔

ضابطہ اور طریقہ انتخاب

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اسلام میں کسی ایک معین طریقہ انتخاب کا تذکرہ نہیں مگر اس کے لیے چند ایک بنیادی اصول اور ضابطے مقرر کر دیئے گئے ہیں طریقہ انتخاب سے مندرجہ ذیل اشارات ہمیں ملتے ہیں۔

۱۔ عوام الناس ایک عام اور کھلے اجلاس میں جمع ہو کر اپنے امیر کا انتخاب عمل میں لائیں جیسے خلیفۃ الرسولؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کا انتخاب سقیفہ نبی ساعدہ کے عام اور کھلے اجلاس میں کیا گیا۔

۲۔ کسی ایک موزوں کا نام پیش کر کے اس پر عوام سے رائے لے لی جائے مگر اس میں شرط یہ کہ نامزد فرد تجویز کنندہ کا رشتہ دار یا عزیز نہ ہو جیسے صدیق اکبرؓ کے سامنے آپؓ کے صاحبزادے کا نام ذکر کیا گیا۔ تو آپؓ نے اس بات کو ناپسند کیا اور حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ قائم کر دی اور اس کے ایک رکن عبد اللہؓ (جو آپؓ کے صاحبزادے تھے) کو خلافت کے لیے نااہل قرار دے دیا۔

۳۔ چند نیک نفس، پاک طینت، خدا ترس اور امانت دار افراد کی ایک

کمیٹی بنا کر امیر کے نامزد کرنے کی ذمہ داری ان کو دے دی جائے جیسے

حضرت عمرؓ نے کیا کہ عشرہ مبشرہؓ کے چھ افراد ابو عبیدہ بن جراح، عثمان غنیؓ، علی مرتضیٰؓ، سداہی و قاض، عبد الرحمن بن عوفؓ اور حضرت زبیرؓ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل فرما دی اور ان میں بطور معاون

عبد اللہ بن عمرؓ کو بھی شامل کر دیا اور حکم دیا کہ میرے فوت ہونے کے تین دن کے اندر اندر نئے خلیفہ کا انتخاب ان میں سے کر لینا۔ چنانچہ حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ لوگوں سے مشورہ کرنے رہے۔ ان لوگوں میں سے جو صاحب الرائے شخص حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو علیحدگی میں مشورہ دیتا وہ یہی کہتا کہ ”حق خلافت حضرت عثمان غنیؓ کو ملنا چاہئے۔“ (ابن عساکر)

اسی طرح مسند امام احمدؓ کی ایک روایت ابو دائلؓ سے یوں بیان کی گئی ہے کہ:

”میں نے عبد الرحمن بن عوفؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کیوں کی؟“ اور علیؓ کو چھوڑ دیا؟ ان سے بیعت کیوں نہ کی؟ تو آپؓ نے جواب فرمایا کہ ”اس میں میرا کیا تصور؟ میں نے تو اولاً علیؓ سے کہا کہ میں آپؓ سے کتاب اللہ سنت رسولؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت ابو بکرؓ

کی بیعت کرنا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ ”مجھ میں اس کی استطاعت نہیں۔“ پھر میں نے عثمانؓ سے بھی باتیں کیں تو انہوں نے جواب دیا ”بہت اچھا۔“ (ابن ابی اناتوں کو قبول فرمایا)

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ان تمام احوال و کیفیات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان تین امور کے مطابق جو بھی انتخاب کھلائے گا اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا جاسکے گا۔ لیکن ان تینوں میں غور و فکر کرنے سے جو ایک اور بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر نگ و دو اور محنت حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں کرنا پڑی اس قدر محنت پہلے انتخابات میں نہ تھی۔ گویا یہ آخری انتخاب ایک اعتبار سے موجودہ جمہوریت کی اصلاح کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے کہ انتخاب میں اہلیت، امیر اور شرائط کے ساتھ رائے دہندگان (ووٹرز) کی اصابت رائے اور ذہنی پرواز کو مد نظر

رضی اللہ عنہما پر بیعت کرنا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ ”مجھ میں اس کی استطاعت نہیں۔“ پھر میں نے عثمانؓ سے بھی باتیں کیں تو انہوں نے جواب دیا ”بہت اچھا۔“ (ابن ابی اناتوں کو قبول فرمایا)

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ان تمام احوال و کیفیات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان تین امور کے مطابق جو بھی انتخاب کھلائے گا اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا جاسکے گا۔ لیکن ان تینوں میں غور و فکر کرنے سے جو ایک اور بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر نگ و دو اور محنت حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں کرنا پڑی اس قدر محنت پہلے انتخابات میں نہ تھی۔ گویا یہ آخری انتخاب ایک اعتبار سے موجودہ جمہوریت کی اصلاح کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے کہ انتخاب میں اہلیت، امیر اور شرائط کے ساتھ رائے دہندگان (ووٹرز) کی اصابت رائے اور ذہنی پرواز کو مد نظر

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ان تمام احوال و کیفیات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان تین امور کے مطابق جو بھی انتخاب کھلائے گا اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا جاسکے گا۔ لیکن ان تینوں میں غور و فکر کرنے سے جو ایک اور بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر نگ و دو اور محنت حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں کرنا پڑی اس قدر محنت پہلے انتخابات میں نہ تھی۔ گویا یہ آخری انتخاب ایک اعتبار سے موجودہ جمہوریت کی اصلاح کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے کہ انتخاب میں اہلیت، امیر اور شرائط کے ساتھ رائے دہندگان (ووٹرز) کی اصابت رائے اور ذہنی پرواز کو مد نظر

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ان تمام احوال و کیفیات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان تین امور کے مطابق جو بھی انتخاب کھلائے گا اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا جاسکے گا۔ لیکن ان تینوں میں غور و فکر کرنے سے جو ایک اور بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر نگ و دو اور محنت حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں کرنا پڑی اس قدر محنت پہلے انتخابات میں نہ تھی۔ گویا یہ آخری انتخاب ایک اعتبار سے موجودہ جمہوریت کی اصلاح کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے کہ انتخاب میں اہلیت، امیر اور شرائط کے ساتھ رائے دہندگان (ووٹرز) کی اصابت رائے اور ذہنی پرواز کو مد نظر

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ان تمام احوال و کیفیات سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان تین امور کے مطابق جو بھی انتخاب کھلائے گا اس کو اسلامی اصولوں کے مطابق قرار دیا جاسکے گا۔ لیکن ان تینوں میں غور و فکر کرنے سے جو ایک اور بات عیاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جس قدر نگ و دو اور محنت حضرت عثمانؓ کے انتخاب میں کرنا پڑی اس قدر محنت پہلے انتخابات میں نہ تھی۔ گویا یہ آخری انتخاب ایک اعتبار سے موجودہ جمہوریت کی اصلاح کے لیے ایک تریاق کی حیثیت رکھتا ہے کہ انتخاب میں اہلیت، امیر اور شرائط کے ساتھ رائے دہندگان (ووٹرز) کی اصابت رائے اور ذہنی پرواز کو مد نظر

اسی طرح ایک اور روایت میں بھی منقول ہے۔

”ابن سعدؓ اور حاکمؓ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی گئی تو عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ”ہمارا موجود امیر دیگر تمام لوگوں سے بہتر ہے ہم آپؓ کی پیروی اور حکم کی بجا آوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کریں گے۔“

ایک بشارت ہے اور اس میں ان کے
ساتھ تین وعدے بھی فرمائے گئے ہیں کہ
زمین میں ان کو حکومت و خلافت بھی دی
جائے گی۔ دوم یہ کہ اللہ نے ان کے
لیے اپنا پسندیدہ دین منتخب کر کے ان
کو سرفراز فرمایا ہے اس دین کا ان کے
زمانہ میں قوت و سطوت اور غلبہ دیا
جائے گا نیز وہ اسی دین پر قائم رہیں گے
اور شرک کی طرف نہیں لوٹیں گے۔
سوم یہ کہ انہیں اللہ کے علاوہ کسی سے
ڈر اور خوف بھی نہ ہوگا۔ اور پھر اسی
طرح سورۃ حج کی آیت کریمہ میں حاکم و خلیفہ
کی ذمہ داری، یہ بھی ذکر کی گئی کہ قرآن
دین (یعنی نماز، زکوٰۃ) کو بھی قائم کرے
گا اور اس کے ساتھ وہ فریضہ (امر
بالمعروف و نہی عن المنکر) جو امت مسلمہ
کا طرہ امتیاز ہے اس کو بھی صحیح صورت
میں دنیا کے سامنے قائم رکھے گا۔ چنانچہ
ہم اگر تاریخ اسلام کی ورق گردانی کریں تو
ہمیں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ قرآن
اولیٰ (پہلی صدی ہجری) میں ان امور کا
بطور خاص اہتمام کیا گیا اور یہ دور امت
مسلمہ کے لیے ایک نمونہ اور مثال
ہے کہ دین برحق کو کس طرح ایک
محور و ارتکاز قوت اور انداز جہانبانی کے
معلم کے طور پر اس کرہ ارض میں
عرصہ دراز تک آزمایا جا چکا ہے اور
اسی وجہ سے سید کائنات علیہ النبیۃ
والنسیات نے اس دور کے بارے

میں پیش گوئی بھی فرمادی تھی کہ:
خیر القرون فترنی ثم الذین
یلونہم ثم الذین یلونہم۔
سب سے بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر
ان لوگوں (صحابہؓ) کا جو اس منقل جوں گے
اور پھر ان لوگوں کا (تابعینؓ) کا زمانہ جوان
(صحابہؓ) سے منقل ہوں گے۔
اور ایک دوسرے فرمان کے بعد
اس بات کو مزید وضاحت کے ساتھ
متعین کر دیا کہ:
لا یشال الاسلام عزیز الی اثنی
عشر خلیفۃ کلہم من القریش (حدیث)
اسلام بارہ قریشی خلفاء (کی خلافت)
تک دنیا میں غالب رہے گا۔
تو گویا یہ عرصہ (چار خلفاء) قیامت
تک کے مسلمانوں کے لیے ایک مینارۃ
ہدایت اور نشان منزل ہے اگرچہ اس
عرصہ کے دوران دو ایک دفعہ حالات
دگرگوں بھی ہوئے مگر اس کا سبب
یہود و عیسوی کی ملی بھگت اور اسلام دشمن
سازشیں تھیں جو زمانہ نبوت کے کچھ ہی عرصہ
بعد سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ کیونکہ دور نبوت
دور صدیقی اور دور فاروقی نہیں ان کی
سازشوں کو پیچنے کا موقع نہ مل سکا تو
مملکت اسلامیہ کو وسعت ملنے کے
بعد انہیں دار الحکومت سے دور بعض
علاقوں میں اپنی سازشوں کے جال پھیلانے
کا موقع مل گیا مگر اس کے باوجود چشم
فلک نے سید کائنات علیہ النبیۃ والتسلیم



تقریبات پسند ہوئے صد ہجریؓ۔
مولانا عبید اللہ انور

سیرت رسول کا پیغام

باب الاسلام سندھ کے ایک معروف سندھی رسالے کے ایڈیٹر کی خواہش پر یہ مضمون
لکھا گیا، جس کا سندھی ترجمہ وہاں شائع ہو چکا ہے۔
افادہ عام کے لئے قارئین خدام الدین کی نذر رہے۔ (ادارہ)

ایک مشہور ایرانی مصنف حکیم بزرگین نے اپنی
کتاب، "کلید و منہ"، میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم
کی بعثت کے وقت ایرانی سوسائٹی کا جو
نقشہ کھینچا ہے اس کی ایک تصویر ملاحظہ فرمائیں
"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے خدا
سے ہاتھ اٹھا لیا ہے، جو چیز مفید ہے
وہ موجود نہیں اور جو مضر ہے وہ مضر
ہے، جو چیز اچھی ہے وہ مرجھا رہی ہوئی
ہے، اور جو بری ہے وہ سرسبز ہے
دروغ کو فروغ ہے اور نیکی بے رونق
ہے، علم لپٹی کے درجہ میں ہے اور عقلی
کا درجہ بلند ہے، بدی کا بول بالا ہے اور
شرافت نفسی پامال ہے، محبت متروک
ہے، نفرت مقبول ہے، فیض و کرم کا
دروازہ نیکوئوں پر بند ہے، اور شرروں
پر کھلا ہے، حکام کا فرض صرف عیاشی
کرنا اور قانون کو توڑنا ہے، مظلوم اپنی
ذلت پر قانع ہے اور ظالم کو اپنے ظلم پر
فخر ہے، حرص اپنا منہ کھولے ہوئے ہے

اور دور نزدیک ہر چیز کو نگل رہا ہے
تسلط لائقوں سے نالائقوں کی نظر
منتقل ہو گیا ہے، ایسا معلوم ہوتا
ہے کہ دنیا مسرت کے نشے میں یہ
کہہ رہی ہے کہ میں نے نیکی کو مفضل
اور بدی کو ربا کر دیا ہے۔"
دجوال مولانا سندھی، حالات زندگی
تعلیمات اور سیاسی افکار ۱۹۱-۱۹۲
ایک ایرانی مصنف نے، "شہد
نشاہد من اھلہا"، کے مصداق
اپنے گھر کے حالات کا جو نقشہ کھینچا ہے
اور اس دور کی سوسائٹی کے پورے کنڈ
حالات بلا کم و کاست بیان کئے ہیں وہ
واضح اور دو ٹوک لفظوں میں کسی انقلاب
کو دعوت دے رہے تھے۔ کیونکہ آسمانی
صالحات کی متفقہ شہادت یہی ہے کہ
اس قسم کے حالات پیدا ہو جائیں تو تبدیلی
ناگزیر ہو جاتی ہے،
گیارہویں صدی کے مجدد اور برصغیر کی
نامور شخصیت حکیم الاسلام شاہ ولی اللہ

قدس سرہ اسی ضمن میں اپنی معرکہ الاراء کتاب
حجتہ اللہ الباقی میں لکھتے ہیں۔ "موضع
اردو ترجمہ پیش خدمت ہے)
"جب یہ مصیبت بہت بڑھ گئی (یعنی مایوت
اور دنیا پرستی کی مصیبت) اور مرض نے
شدت اختیار کر لی، تو اللہ تعالیٰ اور
اس کے مقرب فرشتے ناراض ہوئے
اس وقت اللہ تعالیٰ کی یرشیت ہوئی
کہ اس مرض کا مادہ ہی کاٹ کر کھینک
دیا جائے، کیونکہ مرض لا علاج زندگ
بڑھ گیا تھا۔ چنانچہ اس غرض کے لئے
اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم
کو مبعوث فرمایا جو محض امی تھے
(جیسا کہ قرآن مجید میں سورۃ حمد آیت)
میں ارشاد ہے: "ناقل" اور جنہوں نے
کبھی ایرانی اور رومی سوسائٹی (دوس
اور امریکہ کی طرح اس دور کی دو عظیم
اور سپر طاقتیں) میں میل جول نہ
رکھا تھا اور نہ ان کی رسم و رواج

اور طرز معاشرت اختیار کی تھی، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو رسوم صالحہ اور غیر صالحہ کے درمیان تمیز کرنے کا معیار قرار دیا اور ان کی زبان فیض ترجمان سے جمیوں کی رسموں کی مذمت کرائی اور دنیاوی زندگی میں انہماک اور اس پر اطمینان کر کے بیٹھ جانے کی خرابی ظاہر کی، ان کے دل میں اللہ نے ڈالاکہ جن اخلاق فاسدہ اور بزم مرویہ کے عجی عادی ہیں اور جن پر وہ غیر ومباہات کرتے ہیں وہ حرام ہیں مثلاً ریشی لباس، ارغوانی کپڑے، سنہری اور روپہلی برتن، سنہری زیور، ایسے کپڑے جن پر تصویریں بنی ہوئی ہوں، مکاتوں پر نقش و نگار، اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا کہ اس نبی کی حکومت کے نتیجے سے ان قیصر و کسری (دو سی دیرانی سوسائٹی کے سربراہ) کی حکومت کو برباد کر دے، اور اسکی لیڈر شپ کے ذریعے ان کی لیڈر شپ کو ختم کر دے — چنانچہ اس کے وجود سے کسری ہلاک ہو گیا، پھر کوئی کسری نہ ہوگا، اور قیصر کی قیصریت ختم ہوگئی اور پھر کوئی اس کا جانشین نہ ہو سکے گا۔

(جلد نمبر ۱ ص ۱۴)

حکیم الامت محمد اللہ تعالیٰ کے اس اقتباس سے مقصد بڑا واضح ہے کہ اللہ کا نبی دنیا سے ہر قسم کی بے انصافی اور عدم توازن دور کرنے آیا تھا اور معاشرے کے وہ افراد و طبقات جو حد سے بڑھی ہوئی پر تعیش زندگی میں مست ہو کر فساد آشتا ہو چکے تھے اور ان کے اعمال

وافعال ملت کے دوسرے طبقات کے لئے سم قاتل ثابت ہو رہے تھے ان کا قلع قمع کر دیا جائے اور اللہ کی زمین انصاف سے بھر جائے،

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ ہلکے قیصر فلا قیصر لاجد، و ہلکے کسری فلا کسری لاجد،

یہ ایک پیشین گوئی تھی جو زبان نبوت سے نکلی اور اسکی صداقت کو بہت جلد دینے دیکھ لیا،

اس موقع پر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیش و نشاط میں غرق معاشرے اور سوسائٹی کے زوال کی رسول اللہ نے کیوں پیشین گوئی کی اور دنیا بھر کے اہل صلاح و تقویٰ اور حکیم و دانایان لوگ اس قسم کی سوائی کو انسان اور انسانیت کے لئے کیوں بے قائل سمجھتے ہیں؟

اس کا جواب سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۱۵ سے بخوبی معلوم ہو سیکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

وَإِذَا اردْنَا انْ نَّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مَتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فَنَدَمْنَاهَا

فَنَدَمْنَاهَا

اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر رحمت تمام ہو جاتی ہے اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں (حضرت لاہوری) پنجاب میں حکمت ولی اللہی کے مخلص اور

بے لوث شارح حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مختصر حواشی میں اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

”یہ بھی یاد رہے کہ بستیوں ہمیشہ آسودہ حال لوگوں کی شامت اعمال سے تباہ ہوا کرتی ہیں، (ص ۱۵۵)

کبھی قرآنی قصص و واقعات پر ایک اچھٹی سی نظر ڈالیں تو سب سے پہلے نبی مرسل حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم تک آسمانی نصیحت اور نبوی دعوت کی مخالفت میں وہی طبقہ آپ کے پیش پیش نظر آئے گا جو قرآن کی زبان میں مفسد دولت مند طبقہ کہلاتا ہے، اس طبقہ نے اپنی دولت و ثروت پر غرور و ناز کرتے ہوئے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے رفقا و اہل ایمان کا ذکر خیر آمیز انداز میں کیا — حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے اہل ثروت اور ارباب تمول نے آپ کی دعوت کے جواب میں کہا۔

”ہمیں تو تم ہم جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو، اور ہمیں تو تمہارے پیرو دی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے ذلیل ہیں،“ (نبوآیت نمبر ۲۷)

حضرت صالح علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

”اس قوم کے متکبر سرداروں نے غریبوں سے کہا جو ایمان لائے تھے کیا تمہیں یقین ہے کہ صالح کو اس کے رب نے بھیجا ہے، انہوں نے کہا جو وہ لیکر آیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، متکبروں نے کہا کہ پھر

تمہیں یقین ہے ہم اسے نہیں مانتے،“ (الاعراف آیت ۷۵، ۷۶)

فرعون سے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس نے اپنی قوم سے کہا۔

”کیا میں اس سے بہتر نہیں ہوں جو ذلیل ہے اور صاف بات بھی نہیں کر سکتا،“ (ذخرف ۲۵۲)

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کفار و فاسق آپ سے اسی انداز میں گفتگو کرتے اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے کہ یہ غرباء اور اس طرح کے جو لوگ آپ کے ارد گرد رہتے ہیں انہیں پٹا دیں تو ہم کم از کم آپ کی بات سن لیں گے (لانا زماننا بعدک بات ہے) اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا

”ہاں جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں انہیں اپنے سے دور نہ کر جو اللہ کی رضا چاہتے ہیں تیرے ذمہ ان کا کوئی حساب نہیں ہے اور نہ تیرا کوئی حساب ان کے ذمہ، اگر تو نے انہیں دور بٹھا دیا پس تو بے انصافوں میں سے ہوگا۔“ (الانعام ۷۵۲)

یہ تفصیلات جو گذریں ان سے اللہ کے نبیوں کے دنیا میں آنے کے اسباب پر واضح روشنی پڑتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص طبقہ ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کی دعوت کی مخالفت و تکذیب میں پیش پیش رہا، اس سے ذرا آگے بڑھیں تو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر حقیقی اور صحیح معنوں میں عمل پیرا وہی لوگ ہوتے ہیں جنہیں عرف عام میں، ”عسراء“ کہا جاتا ہے، اسلام

کی صدر اول کی تاریخ اس معاملہ میں بڑی واضح ہے اور آج تک یہی کچھ دیکھا جا رہا ہے، اس لئے حضور علیہ السلام نے ”عسراء“ کو مستحق تبریک قرار دیا ہے اور فرمایا ”فطوبی للعسراء“ اور آپ نے مسکینی کے عالم میں جینے، مسکینی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہونے اور مساکین کے طبقہ میں مغرور ہونے کی دعا فرمائی۔

اللہم احببني مسکینا وامتنني مسکینا واحشرنی فی زموتہ المساکین“

اس کے بعد ایک اور بات بڑی ضروری ہے جسکو حکیم الامت امام ولی اللہ بلوچی نے ذکر فرمایا۔

”ایرانوں اور رومیوں کو مختلف اقوام پر حکومت کرتے صدیاں گذر گئیں اور انہوں نے دنیوی زندگی کو ہی اپنی زندگی کا مقصد بنا لیا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے اور شیطنیت ان پر غالب آگئی تو ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ عیش میں دن گذاریں چنانچہ ان میں سے ہر شخص داو عیش دینے لگ گیا اور اس پر اتنا لگا، ان کا یہ طرز زندگی دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے سے مسلمان اور سائنسدان ان کے گرد جمع ہونے لگے جو ان کے لئے سامان عیش مہیا کرنے کے لئے عجیب عجیب دقیقہ سنجیاں اور نکتہ آفرینیاں

کرنے لگے اور ان ایجادات کو باعث فخر سمجھنے لگے..... ایک بعد شاہ صاحب ان سرمایہ پرست امر کے لباس فاخر، عالیشان محلات، نمائش جانور وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی بتایا ہے کہ ان کے حالات کا اندازہ لگانے کے لئے تم اپنے دور کے حکمرانوں اور امراء کو دیکھ لو..... ایک بعد رقم طراز ہیں،

ان ملک و امراء کی زندگی کے طور و طریقہ رفتہ رفتہ عوام کے نظام معاشرت کے اصل اصول بن گئے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہو گیا اور اسکی یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ ممکن ہو تو یہ بد عادات ان لوگوں کے دلوں سے کھرج کھرج کر نکال دی جائیں، بادشاہوں اور امراء کی اس عیا شانہ زندگی سے بہت سے خطرناک معاشی و معاشرتی امراض پیدا ہو گئے جو حیات معاشرتی کے ہر ایک شعبے میں داخل ہو گئے اور یہ حالت ایسی ہم گیر ہو گئی کہ وہاکی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی، اس نہ ختم ہر بچا نہ دیہاتی، نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب، یہاں تک کہ ہر شخص ان خرابیوں کو دیکھتا تھا لیکن علاج سے مایوس تھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام و خواص شدید مالی مصائب میں مبتلا ہو کر رو گئے،

حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۵

آپ نے دیکھا کہ شاہ صاحب کس طرح امراض مزمنہ کی تشخیص کرتے ہیں، جب امراء عیش پرستی کا شکار ہوتے ہیں تو غربا، "الذی علی دینہ ملوکہم" کے مصداق ان کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں اور چونکہ ان کے اندر اسکی سکت نہیں ہوتی اور ان کے معاشی حالات اس کی اجازت نہیں دیتے اس لئے وہ معاشرہ میں دھوڑ مگر بن کر رہ جاتے ہیں اور ہر طبقہ انہیں پیل گدھے کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور معاشرہ واضح طور پر طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے، اس طبقاتی کشمکش میں امراء و ملوک کی زندگی کے اپنے انداز ہوتے ہیں انہیں ہر حال میں اپنے معیار کو برقرار رکھنا ہوتا ہے، اس لئے وہ لوگوں پر ہر طرح کے ٹیکس لگاتے ہیں اور پہلے سے عائد ٹیکسوں کی شرح میں اضافہ کر دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پخلا طبقہ ٹیکسوں کی ادائیگی کے لئے اپنی عزت و آبرو داؤ پر لگا دیتا ہے کہ بغیر ٹیکسوں کی ادائیگی کے ان کا جینا محال ہوتا ہے اور اگر کچھ لوگ ٹیکسوں کی گراں باری سے بھلا کر مقابلہ پر اتر آئیں اور یہ سوچ لیں کہ جب باعزت زندگی نصیب نہیں تو بہادریوں جیسی موت ہی سہی، تو اس کا نتیجہ جنگ و قتال اور بغاوت کی شکل میں سامنے آتا ہے اور سوسائٹی کا سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا ہے

معاشرے کا ایک اور المیہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے حاشیہ نشین بن کر وظائف و جاگیر حاصل کرنے اور ہر حال میں بادشاہ اور ارباب اقتدار کی خوشنودی چاہتے ہیں ان میں نام نہاد مذہبی پیشوا (جنہیں مولوی اور

پیشوا بھی کہتے ہیں) اور شعراء وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں، حکیم دہلویؒ ان دونوں برائوں کا خوبصورتی سے تجزیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں اکثر بلا کی بربادی کا سبب دو چیزیں ہیں، ایک تو سرکاری خزانہ سے بناوٹی حقوق کا نام لیکر لوگ روپیہ وصول کرتے ہیں جس نام سے وہ روپیہ لیتے ہیں اس کے حق کو وہ کسی طرح پورا نہیں کرتے دوسری چیز یہ ہے کہ کمانے والی جماعتوں یعنی کاشت کار، تاجر، پیشہ وروں پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس لگاتے جاتے ہیں، ان میں سے نرم مزاج (دوسرے لفظوں میں غیرت و حمیت سے عاری گو) تو ٹیکس ادا کر دیتے ہیں، لیکن جن میں مقابلہ کی ہمت ہوتی ہے وہ بغاوت اختیار کرتے ہیں اور ساری سوسائٹی درہم برہم ہو کر رہ جاتی ہے"

(مولانا سندھی صفحہ ۱۹)

اسرائیلی سوسائٹی میں فرعون کی طبقہ کا تسلط و استیلا اور بنی اسرائیل کی بے بسی قرآن مجید نے کئی ایک جگہ بیان کی ہے حتیٰ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ انبوی میں درخواست کی کہ

"اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے، اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستے سے

گمراہ کر دیا، اے رب ہمارے تو ان کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، پس یہ ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ دردناک عذاب دیکھیں"

یونس - ۸۸، (حضرت لاہوریؒ)

اور حضور علیہ السلام کے دور کا قبائلی اور سرداری نظام بھی اسی نوعیت کا ہے جس میں لا تعداد لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح زندگی گزار رہے تھے اور وہ غلام باندی شمار ہوتے ان کے نام نہاد آقا جس طرح چاہتے ان کی تذلیل کرتے تھے۔ یہ تو حجاز کی حالت تھی اور حجاز سے باہر اس دور کی سپر طاقتیں روم و ایران تھیں جن کا حال پہلے گزر چکا

اس ماحول و معاشرت میں اللہ کے آخری نبی تشریف لائے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

هو الذی ارسل رسولہ بالہدٰی و دینہ الحق لیظہرہ علی الدین کلہ و لہ کوہ المشرکون

(الصفا ۶)

وہا تو ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا تاکہ اسکو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناپسند کریں

(حضرت لاہوریؒ)

مولانا سندھی ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ شاہ صاحبؒ (شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک بول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد یہی تھا کہ ان کے ذریعے خدا کے دین کو باقی سب دینوں پر غالب کر دیا جائے اور اسلام انسانوں کو ایک ایسا نظام عطا کرے جو سب نظاموں سے بہتر اور اعلیٰ ہو

آپ کی بعثت کا یہ مقصد اس صورت میں پورا ہوا کہ قیصر و کسریٰ کا نظام جو ایک حد تک ساری دنیا پر حاوی تھا پاش پاش ہو گیا اور انسانیت کو قیصریت اور کسریٰ دونوں سے نجات ملی،

(مولانا سندھی صفحہ ۱۹۰)

گویا غلامانہ ذہنیت سے مرعوب بعض لوگوں کے بقول، اللہ کے سچے نبی کی وساطت سے آنے والا دین محض عبادات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یک کل دنیا کے ادیان پر غالب آنے کے لئے آیا ہے اور اس نے اپنی ابتدائی زندگی میں اپنی عظمت و برتری کا جو ثبوت پیش کیا ہے اسے کوئی بدترین دشمن بھی نہیں جھٹلا سکتا اور یہ سلسلہ خیر ایک ہزار برس تک کسی نہ کسی شکل میں دنیا میں قائم و موجود رہا، اور نہ ہر اپنے بلکہ بیگانے بھی اس کی برکات سے مستفید ہوتے رہے، لیکن جوں ہی مسلمانوں کی اخلاقی حالت زوال پذیر ہوئی اور وہ مجاہد اور انقلابی زندگی کو خیر باد کہہ کر عیش و نشاط میں پڑ گئے تو ان کا وقار اور عزت خاک میں مل گئی

اقتدار سے محروم ہو گئے، سودی نظام کی جگہ بنڈیوں نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا جنہیں دہمزد غفلت کا، سوچ اور فکر غریب کی — نتیجہ یہ ہے کہ آج وہ پھر جاہلیت اولیٰ کا شکار ہیں،

حکیم دہلوی نے ان کی جن خرابیوں کا ذکر کیا ہے اور ملوک و سلاطین دہلی اور اس دور کے امراء کے جن حالات کو بیان کیا ہے وہ آج پوری اور کامل و مکمل شکل میں اس نام نہاد مسلم سوسائٹی میں دیکھے جاسکتے ہیں، مسلمانوں کے زوال و نذر حالات نے اسلام کے روئے روشن

کو داغدار کر دیا ہے (ایلیا ذالہ اللہ) اور دشت ممان دین و پیغمبر اسلام کو نبی کا موقع مل گیا ہے لیکن اللہ کے جو بندے اندھیروں میں چراغ جلا کر ملت کی ہدیٰ خوالی کے لئے وقتاً فوقتاً دنیا میں آتے رہتے ہیں وہ کسی لمحہ یاس نہیں ہوتے،

مولانا سندھی کے متعلق ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ چیس سالہ جلا وطنی کے بعد جب مولانا وطن واپس آنے لگے تو ایک ہندوستانی بزرگ عالم — جو حجاز میں مقیم تھے اور مولانا کے دوست اور شاگرد تھے وہ چاہتے تھے کہ مولانا عمر عزیز کا باقی حصہ اسی حرم میں گزاریں جسکی عطر بیز فضا میں انہوں نے بارہ برس گزارے ہیں مولانا کے خیالات میں تلاطم تھا حرم کی محبت اور اسکی عظمت کا سکھ دل پر مستولی تھا، لیکن ایک بات تھی جو انہیں مضطرب کئے ہوئے تھی اور وہ واپس آنا چاہتے تھے — مولانا نے فرمایا۔

"میرا یہ غیر متزلزل یقین اور عقیدہ ہے کہ اسلام کا مستقبل بڑا روشن اور شاندار ہے، بے شک اسلام پوری قوت اور توانائی کے ساتھ ایک بار پھر اٹھے گا، لیکن خارج میں اسکا وہ ڈھانچہ نہیں ہوگا جو اسوقت ہے مجھے جس طرح اس بات پر یقین ہے کہ اسلام پھر ایک بار اٹھ کر اسی طرح میرا یہ بھی ایمان ہے کہ ہمارا موجودہ ڈھانچہ اب چند لوگوں کی چیز ہے، اسلام کو اپنا ایک نیا ڈھانچہ بنانا ہے اور مسلمان اسے

جس قدر بھی بنا لیں بہتر ہوگا" یہ کہہ کر ارشاد فرمایا،

یہ دو عقیدے ہیں جو مجھے کٹاں کٹاں ہندوستان نے جارہے ہیں (۱) تقسیم ملک سے پہلے کا قصد ہے، میں اب چراغ سحری ہوں خدا معلوم زندگی کے کتنے دن اور سونگے، چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے اپنی قوم کے کانوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں،

(مولانا سندھی صفحہ ۹۹-۱۹۸)

گویا اسلام اور چیز ہے اور موجودہ دور کے مسلمانوں کا طرز حیات بالکل دوسری چیز ہے اسلام تو وہ ہے کہ جس کی علمی شکل قرآن عزیز ہے تو علمی شکل سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی ذات گرامی، کہ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی یہی خیال فرماتے تھے کہ ایک قرآن — جو جبریل امین کی وساطت سے قلب محمد علیہ السلام پر نازل ہوا جو بین الدنئین موجود ہے، اور دوسرا قرآن وہ ہے جو مدینہ کی گلیوں میں چلتا پھرتھا، گویا دو قرآن کا عقیدہ اس تعبیر کے ساتھ اسلاف سے منقول ہے اور اسی حقیقت کی ام المؤمنین سیدہ کائنات صدیقہ طاہرہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا و آلہ و سلم نے دو جلوں میں ترجمانی فرمائی کہ

"کان خلقہ القرآن"

کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تیسرے اور چارٹھ طیبہ تو قرآن ہی تھا،

قرآن اور سنت رسول سے اسلام کا جو ڈھانچہ سامنے آتا ہے وہ بالکل ایک الگ

چیزیں جیسے عبادات، معاملات، اخلاق، تہذیب، معاشرت، اور تمدن و اقتصاد کی مکمل رہنمائی موجود ہے اور یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ مسلمانوں کی ہزار سالہ زندگی اس بات کا ثبوت ہے، اور اس وقت جو دکھا مردم شماری کے مسلمانوں نے بنایا ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ایک محدود تعداد عبادات کا رسمی اہتمام کر کے یہ خیال کر لیتی ہے کہ میں نے اسلام کے تقاضے پورے کر دیئے جبکہ اس کا طرز زندگی اس کا نظام معاش و اقتصاد، اس کا نظام سیاست و عدالت اور اس کا نظام تجارت و زراعت وغیرہ خاص جاہلی بنیادوں پر استوار ہے۔

حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جس نظام حیات کا ڈھانچہ ملت مسلمہ کے لئے تجویز فرمایا تھا اس کی مکمل شکست و ریخت خود ہمارے ہاتھوں ہوئی اور جسکی سزا ہمیں اس شکل میں مل رہی ہے کہ ہم قومی وقار سے محروم ہو گئے ہیں، آج کا جدید ذہن ایک صالح سیاسی نظام کیلئے انقلاب فرانس، اور ایک صالح معاشی نظام کیلئے کارل مارکس کے سرمایہ اور لینن و سٹالن کے عمل کو اپنے لئے ضروری قرار دیتا ہے، اور اس کے باوجود اسے اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے، حالانکہ ایک مفکر کے بقول سیرت نبوی اور دور حاضر کی تحریکات یعنی سوشلزم، کمیونزم، کپٹلزم وغیرہ میں بڑے واضح تضادات ہیں، دور حاضر کی ان تحریکوں کا صرف یہی المیہ نہیں کہ یہ خدا فراموش ہیں، بلکہ یہ خود فراموش بھی ہیں، یہ انسان اور انسانیت کو نہیں سمجھ سکیں

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیغمبر انسانیت تھے، آپ نے انسانی محنت کو اصل سرمایہ اور شائع قرار دیا، اور محنت کی بنیاد پر لوگوں کو ذلیل سمجھنے والوں کو سخت انداز میں تنبیہ کی، محنتی طبقہ کی عند اللہ قدر و منزلت کو اجاگر کیا اور خود علی طور پر محنت کے کاموں میں شریک ہو کر دنیا کو ایک سبق پڑھایا

پندرہویں صدی ہجری کے سلسلہ میں دنیائے اسلام ۶۹۰ میں تقریبات کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے جس سلسلہ میں سیمینار، مجالس مذاکرہ، اجتماعات و رسائل کے خصوصی ایڈیشن اور صدی ہجری مسائل کی شکل میں مہارت کی تعمیر وغیرہ شامل ہے، لیکن ہمارے خیال میں یہ سب کچھ ایسے حال میں ہو رہا ہے کہ مسلمان قوم قومی وقار اور اجتماعی خود داری سے محروم ہے، اس پس منظر میں اس نوع کی تقریبات بالائی طبقات اور اس سے متعلق افراد کی ذہنی عیاشی کا ذریعہ تو بن جاتی ہے لیکن ملت و قوم کے پلے کچھ نہیں پڑتا،

آج حالت یہ ہے کہ کئی ایک مسلم ممالک ایسے ہیں جن کی دولت و ثروت کا کوئی حساب نہیں، قدرت نے انسانیت کی دستگیری اور حیات اجتماعی کے بہتر مستقبل کی خاطر انہیں زر خالص اور تیل سونا عطا فرمایا لیکن یہ دولت و ثروت یا تو ان میں سے ایک محدود آبادی کے عیش و تنعم کی نذر ہو رہی ہے، یا ان اقوام و ممالک کے معاشی استحکام کے کام آ رہی ہے جو خدا بیزاری

اور اسلام دشمنی میں اپنی مثال آپ ہیں کچھ مسلم ممالک ایسے ہیں جن پر غربت و افلاس کے تاریک سائے مسلط ہیں، اور ان کے عوام کا دال فقرات کیونکہ کفر کی نبوی حقیقت کے مطابق مختلف النوع باطل تحریکات کے علمبرداروں کا تلو الہیہ ہوئے ہیں — عالم حقائق میں بالخصوص افریقی ممالک میں عیسائیت و قادیانیت کی سرگرمیاں پیش کی جا سکتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ امیر ترین مسلم ممالک نے بعض ایسے ادارے قائم کر رکھے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی خاطر سرگرم عمل ہیں اور کوشاں ہیں، لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ان کی کارکردگی بالکل صفر ہے کہ وہ سطوس منصوبہ بندی جو مرد مؤمن کی نظر کی غماز ہوتی ہے وہ بالکل نہیں ہے، بلکہ بعض مثالیں تو ایسی پیش کی جا سکتی ہیں کہ مفرد و مفتن قسم کے لوگ اس قسم کے اداروں کے دسترخوان پر پل کر ملت کے رہے سمجھ اجتماعی وقار کو خاک میں ملانے کا باعث و ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

پندرہویں صدی ہجری کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی حیات ثانیہ کی صدی ہے، ہمیں کوئی اعتراض نہیں بلکہ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کرے ایسا ہی ہو، لیکن مولانا سبکی کے الفاظ میں ہمیں اپنا ڈھانچہ بدلنے کی ضرورت ہے ورنہ فطرت کی تعزیریں بے عمل و بیکردار قوموں کو زیادہ دیر تک دنیا میں زندہ رہنے کا موقعہ نہیں دیتیں، سرکار دو عالم نے قیصر و کسری کی ہلاکت کی اس لئے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ وہ انسانیت کے نام پر ایک مذاق

از: انتظار حسین اسعد قادری

موت اور میت

کے بارے میں

بدعات اور غلط رسمیں

اور کسی کا مال و دولت اس کے وارثوں میں تقسیم ہوا۔ ان طرح طرح کے حالات میں "رحمۃ للعالمین" صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ان سب کی رہبر و رہنما تھی۔ جس طرح کا واقعہ پیش آیا اس کے مناسب شرعی احکام و آداب اسی ذات اقدس نے بتائے اور سکھائے۔ زبان تعلیم بھی دی اور عملی تربیت بھی۔ آپ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جان، ایمان اور زہد عبادت سے لے کر جہان بینی تک کے ضابطے اور آئین سکھلا رہے تھے وہی شادی اور غمی کے احکام و آداب کی بھی تعلیم و تربیت دے رہے تھے۔ کیونکہ آپ کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ امت کے لئے زندگی کا ہر گوشہ آپ کی

فطری دستور العمل اسلام نے دیا ہے وہ حدیث اور فقہ کی مستند معتبر کتابوں کے حوالہ سے آپ کے سامنے آ چکا ہے۔ یہی وہ معتدل اور متوازن طریق کار ہے جو قرآن و سنت اور فقہ میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کتنے ہی لخت جگہ اور عزیز و اقارب فوت ہوئے اور کتنے ہی جاں نثار صحابہ دارغ مفارقت دے گئے۔ کوئی میدان کارزار میں شہید ہوا کسی نے بہتر عزالت پر جان دی، کوئی لاوارث رخصت ہوا، کسی نے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا، کسی کا ترکہ تجھیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا

موت، میت اور پسماندگان کے متعلق جو

تجربات و ہدایات روشن ہو جائے۔ چنانچہ آپ ان کی ہر شادی و غمی میں شریک رہے، ان کی عبادت بھی فرمائی اور تجھیز و تکفین بھی، نماز جنازہ اور دفن کے انتظامات بھی فرمائے اور تعزیت و ایصال ثواب بھی، قبروں کی زیارت بھی فرمائی اور ان کے ترکہ کی تقسیم، قرضوں کی ادائیگی، وصیتوں پر عمل اور تقسیم میراث بھی — پسماندگان کے ساتھ غمگساری، بیواؤں کی خبرگیری اور یتیموں کی سرپرستی، غرض موت، میت اور پسماندگان سے متعلق ایک مکمل دستور العمل اپنے اقوال و افعال کے ذریعہ امت کو دے گئے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جو تشدد رہ گیا ہو یا جو ہمیں کسی اور قوم سے کہنے یا خود ایجاد کرنے کی ضرورت ہو۔ اس پاکیزہ دستور العمل میں

موت، میت اور پسماندگان کے متعلق جو

فطری دستور العمل اسلام نے دیا ہے وہ حدیث اور فقہ کی مستند معتبر کتابوں کے حوالہ سے آپ کے سامنے آ چکا ہے۔ یہی وہ معتدل اور متوازن طریق کار ہے جو قرآن و سنت اور فقہ میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کتنے ہی لخت جگہ اور عزیز و اقارب فوت ہوئے اور کتنے ہی جاں نثار صحابہ دارغ مفارقت دے گئے۔ کوئی میدان کارزار میں شہید ہوا کسی نے بہتر عزالت پر جان دی، کوئی لاوارث رخصت ہوا، کسی نے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا، کسی کا ترکہ تجھیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا

موت، میت اور پسماندگان کے متعلق جو

فطری دستور العمل اسلام نے دیا ہے وہ حدیث اور فقہ کی مستند معتبر کتابوں کے حوالہ سے آپ کے سامنے آ چکا ہے۔ یہی وہ معتدل اور متوازن طریق کار ہے جو قرآن و سنت اور فقہ میں مسلمانوں کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ کے کتنے ہی لخت جگہ اور عزیز و اقارب فوت ہوئے اور کتنے ہی جاں نثار صحابہ دارغ مفارقت دے گئے۔ کوئی میدان کارزار میں شہید ہوا کسی نے بہتر عزالت پر جان دی، کوئی لاوارث رخصت ہوا، کسی نے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو غمگین چھوڑا، کسی کا ترکہ تجھیز و تکفین کے لئے بھی کافی نہ ہوا

انسانی ضرورتوں اور فطری جذبات کی رعایت قدم قدم پر نمایاں ہے اس میں غمزدوں کے لئے تسلی و غمگساری کا بھی پورا سامان ہے اور عدل و انصاف کا بھی نہایت معتدل اور جامع انتظام، میت کا احترام بھی ہر جگہ ملحوظ ہے اور اس کا اخروی راحت و آرام بھی، اور طریق کار ایسا رکھا گیا ہے کہ دنیا کی کوئی تہذیب اس سے زیادہ آسان، پاکیزہ اور باوقار، سادہ طریق کار بخیرینہ نہیں کر سکی۔ اس دستور العمل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سیکھ کر تاحیات اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں عمل کیا۔ اور اس کی زبانی و عملی اپنی نسلوں کو کر گئے۔ محدثین کرام نے اس کو بعینہ اپنی کتابوں میں محفوظ کیا۔ ائمہ مجتہدین نے اس کی تشریح و توضیح فرمائی۔ اور بعد کے فقہاء کرام نے اپنی کتابوں کے ذریعہ ہم تک اسے رس دین پہنچا دیا۔ انہی حضرات کی بے مثال کاوشوں کی بدولت آج یہ ہمارے سامنے مکمل و مستند شکل میں موجود ہے۔ لیکن ایک اس دستور العمل پر نظر ڈالنے کے بعد جب دوسری نظر اُنے بدعتوں اور رسوم و رواج پر ڈال

جاتی ہے جو موت، میت اور پسماندگان کے متعلق ہمارے معاشرہ میں آج وبا کی طرح پھیل چکی ہیں تو حیرت و افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ یہ المیہ حیرتناک اور حسرتناک نہیں تو پھر کیا ہے؟ کہ جس امت کے پاس ایسا قیمتی اور بے نظیر دستور العمل موجود ہے وہ اسے چھوڑ کر اپنے خود ساختہ یا دیگر مذاہب کی تقلید میں بے ہودہ رسوم اور بدعتوں کے جکڑ بند، افراط و تفریط اور طرح طرح کی خرافات میں گرفتار ہے یہ ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ یوں تو ہمارے ہر مذہبی شعبہ میں بدعتوں اور خود ساختہ رسوم کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ لیکن ان کی جتنی بھرمار موت اور میت کے معاملہ میں ہے شاید اتنی کسی اور شعبہ میں نہیں۔ جس گھر میں موت ہو جاتی ہے۔ ہینوں بلکہ برسوں تک بھی یہ خرافات اس گھر کا پیچھا نہیں چھوڑتیں یہ کہیں ہندوؤں کی رسمیں اختیار کر لی گئیں، کہیں پارسیوں کی، کہیں انگریزی رسم و رواج کو شامل کر لیا گیا ہے کہیں خود ساختہ بدعتوں کو۔ اور ان کی ایسی پابندی کی جاتی ہے جیسے یہ ان پر فرض یا واجب کر دی گئی ہوں پیدا ہو جائیں اور میرے صحابہ کو (باقی ۲۵)

نبی معصوم ہوتے ہیں

تحریر: محمد امجد ایم اے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری عمر چودہ سال تھی۔ مکہ میں قریش کے ہاں کوئی شادی تھی اور شادی بڑے گھرانے میں تھی ناچنے کے لئے بھی کچھ سامان تھے۔ قریش کے کچھ نوجوان لڑکوں نے مجھے کہا چلو وہاں شادی ہے اور قریش کی برادری ہے ہم بھی شادی میں چلیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں میں بھی ساتھ چلا گیا۔ کھیل تماشے کا وقت رات مقرر تھا ابھی کھیل تماشے شروع نہیں ہوئے تھے کہ مجھ پر اتنی شدید نیند طاری ہوئی کہ میرے قبضہ میں بیٹھتا نہ رہا۔ میں سو گیا۔ ساری رات سوتا رہا مجھے خبر نہیں نایب ہوا یا گانا۔ رنگ لیا منائی گئیں یا کیا قصہ ہوا۔ پوری رات اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی۔ اٹھنے پر معلوم ہوا کہ رات کو بہت نایب گانے وغیرہ

ہوتے۔ یہ عقی حفاظتِ خداوندی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ارادے سے بھی نہیں گئے تھے کہ وہاں نایب رنگ میں شریک ہوں گے مگر یہ ضرور تھا کہ وہاں کوئی کھیل تماشہ ہوگا۔ لیکن کھیل ناجائز قسم کا تھا اس لئے آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت کی۔ حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً پچیس برس تھی۔ مکہ مکرمہ میں ایک سیلاب آیا اور مکہ چونکہ نشیب میں ہے۔ چاروں طرف پہاڑ ہیں، بارشیں تو بہت کم ہوتی ہیں مگر جب زیادہ ہوتی ہیں تو سارا پانی حرم میں آ جاتا ہے اور بیت اللہ بالکل نیچ میں ہے گہرائی میں، تو سیلاب آیا اور بیت اللہ کے اندر داخل ہو گیا جس کی وجہ سے دیواروں کے اندر کا پونا بھی نکل گیا، ایسا ہو گیا

کہ یا پھر ارادہ نیچے رکھے ہوئے تھے۔ مسالہ باقی نہیں رہا اندیشہ تھا کہ دیواریں گر جائیں تو قریش نے بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا اس کے لئے چندہ جمع ہوا۔ مگر اس زمانے کے قریش باوجودیکہ شرک میں مبتلا تھے اور انتہائی بد عملیوں کے شکار تھے لیکن اللہ کے گھر میں مشتبہ مال لگانا پسند نہیں کرتے تھے تو چندے میں یہ عہد کیا گیا کہ ٹکیتی کا نہ ہو کمائی وہی ہونی چاہئے جو خالص حلال کے ذریعہ سے ہو۔ تجارت و زراعت کے ذریعے سے کائے ہوئے مال سے چندہ جمع کیا گیا تو وہ اتنا نہ ہو سکا کہ بیت اللہ کی تعمیر ابراہیمی بنیادوں پر کی جائے۔ تو اسے گوارا کیا کہ پوری تعمیر نہ ہو۔ حطیم کا حصہ چھوڑ کر بیت اللہ حطیم کا حصہ چھوڑ کر تعمیر کرو تو چندہ کافی ہو جائیگا

یہ تو حقیقی نیک بات کہ پاک کمائی لگتی چاہئے۔ اللہ کے گھر کی تعمیر میں مشتبہ مال نہ لگے۔ مگر ایک حرکت جہالت کی بھی حقیقی، آخر حقے تو جہلاء عرب ہی کوئی اسلام کی روشنی آئی ہی نہیں حقیقی۔ یہ سوچا کہ بیت اللہ کی تعمیر ان کپڑوں میں نہیں کرنی چاہئے جن کو پہن کر ہم گناہ کرتے ہیں لہذا ننگے ہو کر تعمیر کرو تاکہ بالکل پاکی کے ساتھ تعمیر ہو یہ جہالت کا شوشہ تھا اس لئے کہ بالکل ننگا ہونا تو بے حیائی کی بات حقیقی۔ بقول شخصے کہ ”کنویں میں سے نکلے تو کھائی میں جا گرے۔“

چنانچہ برہنہ ہو کر تعمیر شروع کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں آیا تو قریش نے کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم بھی تعمیر میں شریک ہو جاؤ یہ مقدس کام ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے مگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طبیعت نے ننگا ہونا گوارا نہیں کیا۔ شریعت تو نہیں اتنی حقیقی کہ یہ مسئلہ معلوم ہوتا کہ ستر کہاں تک ہے۔ مگر نبی کی طبیعت میں فطری طور پر

پاکی ہوتی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طبیعت نے ننگا ہونا گوارا نہ کیا۔ قریش نے زور دیا کہ اپنے بزرگوں کی تعمیل کرو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میں ارادہ کر رہی رہا تھا کہ اچانک مجھ پر اس زور کی غشی طاری ہوئی کہ میں زمین پر گر پڑا جیسے کوئی پیٹ دیتا ہے اور پھر مجھے ہوش نہیں رہا کہ کیا ہوا مجھے اس وقت ہوش آیا جب تعمیر مکمل ہو چکی حقیقی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے برہنہ ہونے سے محفوظ رکھا۔ برہنگی فی الحقیقت ایک معصیت کی شان ہے۔

بہر حال نبی کی طینت پاک ہے۔ اس لئے ان کی طبیعت کبھی شر کی طرف نہیں جاتی اور وہ نبوت سے پہلے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود ان کی حفاظت فرماتے ہیں۔

بقیہ : حقیقی سکون

دنیا کی ساری نعمتیں عطا کر دیں گے لیکن اپنا غم تیرے دل سے نکال لیں گے۔ میری محبت اور دنیا کی محبت ایک دل میں اکٹھی نہیں ہو سکتی۔

حضرت رابعہؒ نے جب یہ

سنا تو اپنے دل کو دنیا سے بالکل جدا کر دیا۔ اور ہر وقت دعا مانگتی رہتی تھیں کہ خدایا مجھے اپنی طرف ایسا مشغول رکھ کر کوئی مجھ کو تیری طرف سے پھیر نہ سکے۔ محترم حضرات! جب انسان کے دل میں مال و دولت کے انبار جمع کرنے کی ہوس پیدا ہو جائے تو پھر انسان یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جن ذرائع سے مال جمع کر رہا ہے جائز ہیں یا ناجائز؟ ضمیر فردی کئی پڑے تو پروا نہیں۔ حق و انصاف کا خون کرنا پڑے تو کر گذرتا ہے اور کبھی بھول کر بھی یہ خیال نہیں آتا کہ ناجائز ذرائع سے جمع کیا ہوا مال انسان کے چہرے پر سرخی تو ضرور پیدا کر سکتا ہے، نورانیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رزق حلال کمانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور حرام مال سے بچائے۔ آمین

- جس نے غصے پر قناعت کر لی وہ مستغنی رہا۔
- جس نے بغض و حسد سے کنارہ کشی اختیار کر لی وہ راحت و آرام پائے گا۔

ندیم احمد القاسمی



سامان راحت اور اصل راحت میں بڑا فرق ہے۔ سامان راحت کرایہ پر لیا جاسکتا ہے بازار سے اسے خریدا جاسکتا ہے مگر راحت نہ کسی منڈی میں نیلام ہوتی ہے اور نہ کسی بازار سے خریدی جاسکتی ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے مال و دولت سے سامان راحت تو مل سکتا ہے لیکن راحت نہیں یہ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں اور راضی بہ رضائے الہی رہنے والوں کا حصہ ہے۔ دولت کی فراوانی سے راحت نہیں ملتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو تو تنگ دستی اور فاقہ مستی میں بھی راحت ہی راحت ہے بندہ کے دل میں جب مولا کی رضا کی

طلب پیدا ہو جاتی ہے تو مال و دولت کی طرف توجہ نہیں کرتا وہ صرف اپنے مالک کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ فرعون، عمرو قارون اور شداد کے پاس دولت کی کثرت حقیقی لیکن وہ روحانی تسکین و آرام سے محروم تھے۔ اور سامان راحت کی فراہمی انسان کو کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی صبح و شام اس کی آنکھوں میں آن دیکھے گھومتے رہتے ہیں وہ حق و انصاف کی دولت کو بھی ہوس کی بھینٹ چڑھا دیتا ہے۔ آدمی اس تلاش میں رہتا ہے جس سے راتوں رات اس کے صحن میں دولت برسے لگے اور اس کے گھر کی چھت پر آسمان سے بارش کے قطروں کی بجائے اشرفیاں برسے لگیں۔ ان چیزوں سے انسان روحانی

تسکین سے محروم ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب نہیں تو اور کیا ہے۔

ایک دفعہ حضرت رابعہؒ بصری سات دن لگاتار روزے سے رہیں دن کو بھی اللہ کے فکر میں مشغول رہیں اور رات کو بھی جاگتی رہیں۔ آنکھیں دن بھر کھلے رہیں۔ نفس نے فریاد کیا کہ آپ کب تک مجھ کو اس طرح تکلیف و رنج میں مبتلا رکھیں گی۔ یکایک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کھانے کا پیالہ لاکر آپ کو دیا۔ آپ نے لے کر رکھ لیا تاکہ چراغ جلا تیں۔ اتنے میں ایک بٹی نے آکر پیالے کو اوندھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا، پانی سے روزہ کھول لوں گی جب پانی کا پیالہ بھر کر لائیں تو چراغ گل ہو گیا آپ نے پانی پینا چاہا تو پیالہ ہاتھ سے پھوٹ کر زمین پر گرنا اور ٹوٹ گیا۔ حضرت رابعہؒ نے ایسی آہ بھری کہ جس سے گھر کے جل جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ آپ نے عرض کیا یا اللہ! مجھ بیچارے کے ساتھ یہ کیا معاملہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ رابعہؒ! اگر تو چاہے تو ہم تجھ کو (باقی ۲۲ پر)

حرمین شریفین میں سیاسی نعرے بازی کے کیوں؟

ترجمہ: محمد عثمان سے لورکے، کراچی

اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اس سرزمین پر جو آثار رحمت اور خیر و برکت ہیں ان میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی وہ پاک اور قابل احترام سرزمین ہے جسے مسلمان حرمین شریفین کے مقدس نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو شفا اللہ میں ذکر فرمایا ہے جس کا احترام اور ادب ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان بڑی عقیدت و ادب سے ان مقامات سے محبت کرتے ہیں۔ اور قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جن کے دل و دماغ میں خدا اور رسول سے لافطی اور بغاوت بیٹھی ہوئی ہو ان کے فلوب میں ان مقامات کا کوئی خیال نہیں رہتا ہے۔ تاریخ میں ایسے بہت کم واقعات ہیں کہ اسلام میں یا قبل اسلام لوگوں نے حرم محترم کی بے ادبی کی ہو اور انہیں ذلت آمیز شکست اور غمناک انجام سے دوچار نہ ہونا پڑا ہو۔ حال ہی میں گذشتہ چند سالوں سے بعض نام نہاد مسلمان مختلف طریقوں اور حربوں سے حرمین میں نازیبا حرکت اور سیاسی نعرے بازی کر کے ان مقامات کی بے ادبی اور مسلمانوں کی اذیت اور دین اسلام کی رسوائی کا باعث بن رہے ہیں، بڑے افسوس کا مقام ہے جہاں مسلمان اپنے آپ کو بارگاہ خداوندی میں بے بس اور کمزور تصور کر کے سرسجود ہوتا ہے وہاں طاقت اور قوت کا مظاہرہ اور سکون و اطمینان کی بجائے نعرہ بازی اور فساد کا مظاہرہ حرمین کی پروا کئے بغیر دیگر حرکات کرنا باہمی جنگ و جدل کی بھڑاس نکالنے کے لیے اس مقدس سفر اور وقت کا تعین کرنا سخت ترین سازش اور شرارت ہے جس کا واحد مقصد مسلمانوں کو حج سے روکنا اور لوگوں کے دلوں سے حرمین شریفین کا ادب و احترام ختم کرنا ہے۔ جبکہ سعودی حکومت دوسرے ممالک میں مداخلت نہیں کرتی اور حرمین شریفین کی خدمت کا جذبہ لیے ہوئے ہر ملک کے حاجی اور زائرین کی سہولت

جس کی جملہ عبادت اور اعمال کا اثر عالم اسلام پر پڑتا ہے اور مسلمان متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے جس طرح اپنے دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے اسی طرح شفا اللہ بھی دین کی بقا کا بڑا ذریعہ ہے۔ لہذا ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے اور کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہئے وہ جلد یا دیر میں اس کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔ اس قسم کی حرکات سے مخالفین اسلام قوتیں مسلمانوں کے حق میں کیا سوچ رہی ہیں شاید ان نالائق لوگوں کو معلوم نہیں۔ ہم عالم اسلام کے مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ باہمی جنگ و جدل کو ترک کر دیں۔ اختلافات بھلا دیں اور دینی شائستگی عزت اور عظمت کی حفاظت اور تحفظ کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائیں اور دشمنوں سے حفاظت کی جدوجہد کریں۔

بقیہ : سیرت رسول ﷺ

اور فریب تھا۔ اور نظام انسانیت کے نام پر ایک فریب و مذاق بن جائے وہ اپنا ڈھچکا جلد ہی توڑ بیٹھا ہے۔ آج کے مسلمانوں نے بالخصوص ان کے بالائی طبقوں نے (جن میں حکمران، امراء، شہداء، ادباء، اور صوفیاء و علماء، و امامت اللہ) شامل ہیں، تلک الایام بند اولہا بین الناس کے مصداق کسی نہ کسی درجہ میں قیصریت، کیسرویت اپنا رکھی ہے۔ وہ

خود اس فاسد نظام سے گلو خلاصی حاصل کریں تو فوہ المراد در نہ تو اسلام نے بہر حال ابھرنے سے — کوئی زبردست ہاتھ خود اسکا انتظام کر لے گا۔

بقیہ : طبی مشورے

اور معجون فلاسفہ کا نسخہ اور بنانے کا طریقہ ؟ (گل محمد، حبیب بنگ۔ کھارادر کراچی) ج ۱، (۱) دلائی اندھے ہیں دیسی اندھے جیسی غذا نیت نہیں ہوتی۔ (مبا) ایسی ہر معجون کا نام اطریشل ہوتا ہے مثلاً اطریشل زمانی، اطریشل کشنیزی وغیرہ۔

(ج) یونانی مرکبات یا معجونوں کے نسخے کتابوں میں مل سکتے ہیں۔ ”دہلی کے مرکبات“ نامی کتاب میں بھی نسخے مل جائیں گے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

بقیہ : موت اور میت

بڑا کہا جائے تو اس وقت کے عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم دوسروں تک پہنچائے اور جو ایسا نہ کرے گا تو اس پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی۔ بدعات کے متعلق ان اصولی گذارشات کے بعد اب ہم ان کوتاہیوں، غلط رسموں اور بدعتوں

کی نشاندہی کرتے ہیں جو بیماری، موت، میت اور پسماندگان کے متعلق آج کل زیادہ رائج ہو گئی ہیں۔ اور سہولت کے لئے ان کو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ (۱) موت سے پہلے کی رسمیں اور کوتاہیاں (۲) عین موت کے وقت کی رسمیں (۳) موت کے بعد کی رسمیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ قارئین خود بھی ان سے اجتناب فرمائیں گے اور دوسروں کو بھی حکمت اور نرمی کے ساتھ روکنے کی کوشش کریں گے۔ (جاری ہے)

بقیہ : ادارہ

حقیقی تقاضہ یہ ہے کہ ہم اپنی زندگیوں پر نظر ڈالیں، اپنے طور طریقوں پر نظر ثانی کریں، ظاہری رسموں اور نمود و نمائش کی تقریبات میں وقت اور پیسہ ضائع کرنے کی بجائے سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عملاً اپنانے کی کوشش کریں اور انسانی معاشرہ پر دین حق کو غائب کرنے کے جس عظیم مقصد کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس مقصد کی تکمیل کے لئے جدوجہد کریں کہ ذکر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اصل تقاضہ یہی ہے۔

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہش مند
حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

عکیم آزاد شیرازی اندرون شیر نوالہ گیٹ لاہور

ضعف بصارت، درد شکم

سے ۱ (دل) میری عمر ۲۴ سال
ہے۔ نظر کمزور ہے۔ عینک لگاتا
ہوں۔ خدام الدین میں سونف والا
نسخہ پڑھا۔ دریافت طلب بات
یہ ہے کہ سونف کی مقدار خوراک
کتنی ہو۔ دن میں کتنی بار کھانی جائے
(دب) عرصہ دراز سے پیٹ
کے اوپر والے حصے پر روٹی کھانے
یا پانی پینے کے بعد درد ہوتا
تھا۔ کافی علاج کرائے جن سے
درد میں افاقہ ہوا لیکن محسوس
ہوتا ہے کہ اس مقام پر کوئی
چیز اٹکی ہوئی ہے کوئی علاج بتائیے۔
(ج) دودھ رتج پیدا کرتا
ہے۔ اس میں شہد ملاؤں تو گرمی
پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی تدبیر بتائیں
کہ دودھ سے رتج پیدا نہ ہو۔
عبدالوہاب، کبیر والا ملتان
ج ۱ (دل) دن میں تین مرتبہ
پچھ ماشہ کی مقدار میں صبح ناشتہ کے
بعد دوپہر اور شام کو کھانے کے
بعد سونف کھائیں۔

(دب) سونف ہی کے متواتر
استعمال سے درد شکم بھی دور ہو
جائے گا۔ مزید اس مقام پر رائی
پانی میں پیس کر لیپ کریں۔ دو
تین منٹ بعد لیپ اتار دیا کریں۔
یہ عمل روزانہ رات یا دن میں کسی
وقت کر لیا کریں۔ انشاء اللہ صحت
ہوگی۔
ج ۱ پاؤ بھر دودھ میں دو
ماشہ دار چینی ملا کر جوش دے لیں
یا آدھ سیر دودھ میں فلفل دراز
کا ایک دانہ ملا کر جوش دے لیں
انشاء اللہ دودھ موافق آئے گا۔

بروتان

س ۱ کچھ مدت پہلے بندہ نے
ایک مریض کو ایک پونڈ خون دیا۔
جس کے فوراً بعد بندہ کو بروتان
ہو گیا۔ بروتان تو خفیک ہو گیا۔ لیکن
اس کے بعد سے جگہ میں گرمی ہو گئی
جسم میں ہر وقت گرمی محسوس ہوتی
ہے۔ پاؤں اور ہاتھوں میں سے جلن
ہوتی ہے۔ پیشاب زرد رنگ کا

دبسی اور ولایتی انڈے

س ۱ کیا فارم کے انڈے ہیں
بھی دبسی انڈے جیسی غذائیت ہوتی
ہے ؟
(دب) کسی ایسی معجون کا نام
بتائیں جس میں آملہ، ہلیبہ زرد اور
ہلیبہ کابلی کا استعمال ہو ؟
ج ۱ معجون ناخواہ کا نسخہ
(باقی ۲۵ پر)

سید العارفین حضرت خلیفہ غلام محمد دینپوری رحمۃ اللہ علیہ

کی۔ سیت و سوانح
سید ابوبکر
حامی عبیدی
کے قلم سے
دوسرا ایڈیشن شائع ہو گیا ہے

ملنے کے پتے

۱۔ حضرت میاں ریاض احمد صاحب
مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن مدنی مسجد دین پور شریف کالونی چاچڑاں، تحصیل خانپور، ضلع رحیم یار خان
۲۔ حضرت میاں زبیر احمد صاحب
نائب مہتمم جامعہ صدیقیہ راشدیہ قادریہ درسگاہ عالیہ دین پور شریف

مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ گیٹ (اھو)